ابلاغی دہشتگردی

تحریر: سہیل احمد لون

جمہوریت ایسے طرز حکومت کا نام ہے جس میں عوام اپنے ووٹوں کے ذریعے نمائندے منتخب کر کے ان کو حکومت کرنے یا حزب اختلاف میں بیٹھنے کی ذمہ داری سونپتے ہیں یا پھر انہیں مینڈیٹ نہ دے کر حکومتی اور اپوزیشن بینچوں سے دور رکھتی ہے اور پھر غیر مینڈیٹی قائدین کیلئے ملک بھر کے مشہور مقامات احتجاجی پارلیمنٹ کا کردار ادا کرتے ہیں۔ وطن عزیز میں جمہوریت لندن کے موسم کی مانند ہے جس پر بھروسہ نہیں کیا جا سکتا۔ وطن عزیز میں ''جمہوریت سب سے بڑا انتقام ہے'' کے نام سے بھی موسوم کی گئی۔ جمہوریت کا اصل حسن آزادی رائے اور جرات اظہار ہے۔ اس کے علاوہ عوام کو اس بات کا یقین ہوتا ہے کہ ان کی نجی زندگی کے ذاتی معاملات میں کوئی مداخلت نہیں کرے گا لیکن یہاں میں اس بات کی وضاحت کر دوں کہ اگر کسی فون سے ریاست کے خلاف سازش ہو رہی ہے تو ریاست کی یہ ذمہ داری بھی ہے کہ وہ اس کو ضرور اپنے دائرہ اختیار میں رکھے۔ اب سبزیوں کے بھاؤ بارے دو خواتین کی ٹیلی فونک گفتگو سے امریکہ یا برطانیہ کو کیا دلچسپی ہو سکتی ہے۔ ہم جمہوریت اور آمریت کے مدوجذر میں ہی زندگی گزار رہے ہیں مگر برطانیہ اور امریکہ بہادر جمہوریت کے علمبردار ہی نہیں بلکہ جمہوریت کے مائی باپ بھی ہیں۔ مادر جمہوریت برطانیہ اور بابائے جمہوریت امریکہ میں گو کہ نظام حکومت میں یکسانیت نہیں (برطانیہ میں پارلیمانی اور امریکہ میں صدراتی نظام ہیں) مگر اس کے باوجود آپس میں سفارتی تعلقات ایسے ہی ہیں جیسے کسی مائی باپ میں ہونے چاہیں۔ اگر ماں بولی بنیادی وجہ ہوتی تو انگریزی بولنے والے اور بھی بہت سے ممالک ہیں مگر وہ بیچارے نیٹو فورس کا حصہ تو بن سکتے ہیں مگر کبھی جمہوریت کے مائی باپ کے درمیان آنے کا موقع حاصل نہیں کر سکے۔ برطانیہ نے دنیا میں کافی راج کیا جبکہ امریکی ابھی اپنی خواہش کا جال لے کر ملک ملک گھوم رہے ہیں۔ دنیا کے کمزور ممالک کے وسائل پر قبضہ کر کے اپنی معیشت مضبوط کر کے دنیا پر راج کرنے کی خواہش کو پورا کرنے کے لیے یہ کسی حد تک بھی جا سکتا ہے۔ تاجدار برطانیہ جسے دنیا پر راج کرنے کا تجربہ بھی ہے اس معاملے میں خاصی معاونت کرتا ہے۔ گزشتہ دنوں امریکی کمپیوٹر سپیشلسٹ، سی آئی اے کے سابقہ اہل کار اور (NSA) نیشنل سیکورٹی ایجنسی کے سابقہ کنٹریکٹر ایڈورڈ سنوڈن نے وکی لیک کے خالق جولین اسانج کی طرح خفیہ معلومات لیک کر کے دنیا کی توجہ کا مرکز بن گئے۔ اس مقصد کے لیے برطانیہ کے معروف اخبار دی گارڈین کے صحافی گلین گرین والڈ سے رابطہ کیا جس نے اپنی اخبار میں وہ تمام انکشافات کیے جو ایڈورڈ سنوڈن نے اسے مہیا کیے تھے۔ اس نے (metadata,PRISM,xKeyscore,Tempora) جیسے انٹرنیٹ پروگرامز کا انکشاف کیا جس کے بعد اسے عوامی حلقوں میں ہیرو اور حکومتی لیول پر غداری کے ''خطاب'' سے نوازہ گیا۔ ایڈورڈ سنوڈن کے انکشاف کے بعد اب یہ کھلی حقیقت ہے کہ ان پروگرامز کے ذریعہ کسی کے ٹیلیفون، ای میل، کمپیوٹر ڈیٹا تک رسائی حاصل کرنا کوئی مشکل کام نہیں تھا۔ دور حاضر میں بیوی بچوں کے بغیر ایک ہفتہ تو گزارا جا سکتا ہے مگر کمپیوٹر، موبائل فون اور انٹرنیٹ کے بغیر بہت ہی مشکل ہو جاتی ہے۔ کمپیوٹر میں استعمال ہونے والے اکثر آلات (NSA friendly) نیشنل سیکورٹی ایجنسی کی رسائی آسانی سے ممکن ہے۔ جن میں

روٹرز، یو ایس بی سٹکس، سوئچ، فائر والز، وغیرہ شامل ہیں۔اس کے علاوہ گوگل، یاہو، سکائپ، فیس بک، ہاٹ میل اور دیگر کئی پروگرامز جس کا استعمال کر کے لوگ اپنی ذاتی چیزیں محدود لوگوں سے شیئر کرتے ہیں مگر ان کو یہ نہیں پتہ کوئی اس تاک میں بیٹھا ہے کہ کون کس سے کیا بات کر رہا ہے؟ کون کس کو کیا ایس ایم ایس یا ای میل کر رہا ہے؟ سنوڈن نے یہ خیال کیا کہ یہ پروگرامز غیر آئینی سرگرمی ہے جس سے عوام کی آزادی سلب ہو رہی ہے۔اس نے پہلے برطانوی صحافی گرین والڈ کی معاونت سے دنیا میں جمہوریت کے مائی باپ کا بھانڈہ پھوڑ دیا۔ تاجدار برطانیہ بھی کسی حد تک ان پروگرامز تک رسائی حاصل ہے خصوصاً (Tempora) جسے گورنمنٹ کمیونیکیشن ہیڈ کوارٹرز برطانیہ سے آپریٹ کیا جاتا ہے۔سنوڈن کے انکشافات کے بعد امریکہ میں عوامی ردعمل دیکھنے کو آیا جس میں لوگ اپنی نجی زندگی معاملات کی خفیہ نگرانی کے خلاف سراپا احتجاج تھے۔گزشتہ دنوں جرمن چانسلر انجیلا میرکل (Angela Merkel) نے جرمنی میں امریکی سفیر کو اس وقت برلن میں طلب کیا جب انکشاف ہوا کہ (NSA) نیشنل سیکورٹی ایجنسی ان کے فون کالز گزشتہ کئی برسوں سے ٹیپ کر رہے تھے۔ابھی وہ معاملہ ٹھنڈا نہیں ہوا تھا کہ جرمنی کو دوسرا جھٹکا اس وقت لگا جب ان کو اس بات کا پتہ چلا کہ برطانیہ بھی جرمنی کی خفیہ نگرانی کر رہا ہے۔جرمن وزیر خارجہ سے اسی معاملے پر بات کرنے کے لیے جرمن میں برطانوی سفیر کی ملاقات بھی ہوئی۔اس بات کا امکان ظاہر کیا جا رہا ہے کہ جرمنی میں موجود برطانوی ایمبیسی کی چھت پر ایسے ہائی ٹیک آلات نصب کیے گئے ہیں جن سے خفیہ نگرانی کی جا رہی ہے۔جو کسی بھی ملک میں غیر اخلاقی اور غیر قانونی ہے۔امریکی حکام، انٹیلی جینس اداروں نے سنوڈن کو غداری کا مرتکب قرار دیا ہے یہی وجہ ہے ایڈورڈ سنوڈن کو روس میں سیاسی پناہ لینا پڑی۔ برطانوی وزیراعظم ڈیوڈ کیمرون نے اس لیک کو دہشت گردوں کی مدد کرنے کے مترادف خیال کیا ہے۔ M15 کے ڈائیرکٹر جنرل اینڈریو پارکر نے کہا ہے دی گارڈین اخبار نے سب شائع کر کے دہشت گردوں کو تحفہ دیا ہے۔ان کے خیال میں برطانیہ کو اس وقت مسلم شدت پسندوں کے حملے کا زبردست خطرہ ہے۔ان حالات میں ایسی لیک دہشت گردوں کے لیے معاون ثابت ہوگی۔دنیا پر نظر رکھنے کا کام دراصل 9/11 کے واقعہ کے بعد شدت اختیار کر گیا تھا۔مواصلات کے نظام کی خفیہ نگرانی کے پروگرامز کا بنیادی مقصد دہشت گردی پر قابو پانا، دہشت گردوں کے نیٹ ورک تک رسائی حاصل کرنا، دہشت گردی کے ممکنہ حملے کو ناکام بنانا تھا۔ عالمی جنگوں میں جرمنی کے مخالف برطانیہ بھی تھا اور امریکہ نے بھی اپنا حصہ ڈال لیا مگر موجودہ دور میں جرمنی میں کوئی آمر ہٹلر نہیں بلکہ جمہوری حکومت ہے اور عوام نے مسلسل دوسری بار انجیلا میرکل پر اعتماد کا اظہار کیا ہے اس کے باوجود جمہوریت کے مائی باپ آج بھی جرمنی کی خفیہ نگرانی میں ایسے مصروف ہیں جیسے اسامہ بن لادن کا ساتواں جنم جرمنی میں ہو چکا ہے۔دہشت گردی کے خاتمے اور دہشت گردی کے نیٹ ورک تک رسائی حاصل کرنے کے لیے ان پروگرامز پر عوامی ٹیکسز کا بہت پیسہ برباد کیا گیا۔انٹرنیٹ کے تیز ترین دور میں حیرانگی ہے کہ خفیہ نگرانی کرنے کا اتنا جدید پروگرامز ہاتھ میں ہونے کے باوجود اتنے برس اسامہ بن لادن ہاتھ نہ آیا۔اسامہ بن لادن نے پیغام رسانی کے لیے کوئی کبوتر نہیں رکھے تھے بلکہ امریکہ نے آپریشن کے بعد خود بتایا تھا کہ اسامہ بن لادن کے کمپاؤنڈ سے اس کے زیر استعمال کمپیوٹر، موبائل وغیرہ انہوں نے قبضے میں لے لیے تھے۔تعجب ہے کہ انجیلا میرکل کے فون تک رسائی حاصل کر کے ٹیپ کیے گئے مگر اسامہ کے فونز (Metadata) کی رسائی سے باہر کیوں تھے؟ اسامہ بن لادن بھی ای میل، ایس ایم ایس، گوگل، ہاٹ میل اور سوشل میڈیا سب

کچھ استعمال کرتا ہوگا تو یہ سب (PRISM) کی نظر سے کیسے بچ گیا حالانکہ اس کو ایجاد ہی اسی مقصد کے لیے کیا گیا تھا۔حکیم اللہ محسود کے سر کی قیمت مقرر کی گئی وہ بھی جدید ذرائع مواصلات استعمال کرتا تھا اس کا فون، ای میل، یا کمپیوٹر ڈیٹا تک رسائی کیوں نہ ہوئی ؟ اہم بات تو یہ بھی ہے کہ پاکستان کے بدترین دشمن بھارت کا وزیر اعظم من موہن سنگھ موبائل فون صرف اس لیے استعمال نہیں کرتا کہ وہ جانتا ہے کہ اُس کی کال کو سنا جا سکتا ہے۔اس چھوٹی سی بات سے من موہن کی اپنی قوم اور وطن سے محبت کا اندازہ اور محتاط رویے کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے ۔جبکہ اپنی حالت یہ ہے کہ ہمارے مکمل سیاسی اور نیم مذہبی سیاست دان ابھی تک شہید کی تعریب پر بحث رہے ہیں۔ جب کہ بہت سی ''شہادتیں' صرف کال ٹریس ہونے کیوجہ سے ہو جاتی ہیں لیکن اس کیلئے عقل استعمال کرنے کیلئے کوئی تیار نہیں۔ وطن عزیز میں بعض اوقات حساس ادارے سیاسی رہنماؤں یا دیگر اداروں کے سربراہان کی خفیہ نگرانی یا فون ٹیپ کرنے میں ملوث پائے گئے تو عام تاثر یہی ہوتا ہے کہ آمرانہ دور بار بار رہنے کی وجہ سے شاید سولین پر اعتماد کم ہو گیا ہے۔مگر مادر جمہوریت برطانیہ اور بابائے جمہوریت امریکہ بھی عوام کے فون ،ای میل، انٹرنیٹ پر نظر رکھنا شروع کر دے تو ایسی جمہوریت کو عوام کیا نام دیگی ؟ ویسے منور حسن کا یہ کہنا کہ افواج پاکستان جو طالبان کے خلاف لڑ رہے ہیں شہید نہیں' اس کے بعد اور کسی کی کال چیک ہو یا نہ ہو ملکی سلامتی اور دفاع پاکستان کیلئے جماعت اسلامی کی کالیں لازمی سنی جانی چاہیں کہ ریاست پاکستان کی ذمہ داری ہے ۔کیونکہ طالبان بارود سے دہشت گردی کرتے ہیں جبکہ ان 'معزز قائدین'' کی طرف سے ہونے والی دہشتگردی ابلاغی دہشتگردی کہلائے گی اور ہر طرح کی دہشتگردی سے نمٹنا ریاست پاکستان کی ذمہ داری ہے۔

تحریر: سہیل احمد لون

سربٹن۔سرے

sohailloun@gmail.com

11-11-2013.